Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقررہ نصاب کے مطابق

اصطلاحات قرآن



الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم -33، نزد جمالی پُل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

اَلنَّسْخُ۔ اس کے اصل معنی ایک چیز کو زائل کر کے دوسری چیز کو اس کی جگہ لانے کے ہیں۔ (مفردات راغب اصفہانی) ابن فارس نَسْخٌ کے معنی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ایک چیز کو مٹا دینا اور اس کی جگہ دوسری چیز لے آنا۔ دوسری چیز کو اس کے قائم مقام کر دینا۔ اس لیے کہتے ہیں۔ نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ آفتاب نے سایہ کو ہٹا دیا اور اس کی جگہ روشنی لے آیا۔ یہ مادہ کسی چیز میں تبدیلی کر دینے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ نَسَخَتِ الرِّيحَ آثَارَ الدِّيَارِ۔ ہوا نے آبادی کے آثار و نشانات کو تبدیل کر دیا۔ ایک کتاب کو نقل کر کے اس جیسی دوسری کتاب مرتب کرنے کے لیے بھی نَسَخَ الْكِتَابَ استعمال ہوتا ہے اور اسی سے اَلنُّسْخَةُ منقول کتاب کو کہتے ہیں۔ (تاج العروس و راغب)

اسی معنی میں قرآن حکیم کی سورۃ الجاثیہ میں آیا ہے: اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ (الجاثیہ: ۲۹) ”جو اعمال آپ کرتے تھے وہ ہم لکھوا لیتے تھے۔“ پھر کبھی اسی سے صرف ازالہ یا زائل کر دینے کی معنوں میں اس طرح استعمال ہوا ہے: فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ (الحج: ۵۲) ”پھر اللہ شیطان کی وسوسہ اندازیوں کا اثر مٹا دیتا ہے۔“ لہٰذا نَسَخٌ کے بنیادی معنی ہیں ایک چیز کی جگہ دوسری لے آنا۔

قرآن حکیم کی آیت: مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ (البقرہ: ۱۰۶) ”ہم اپنے احکام میں سے جو کچھ بدل دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس کی جگہ اس سے بہتر یا اس جیسا حکم نازل کر دیتے ہیں (پس اگر اب ایک نئی شریعت ظہور میں آئی ہے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جس پر لوگوں کو حیرانی ہو) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کی قدرت سے کوئی بات باہر نہیں۔ (اگر وہ ایک

مرتبہ تمہاری ہدایت کے لیے حسب ضرورت احکام بھیج سکتا ہے تو یقیناً اس کے بعد بھی بار بار ایسا کر سکتا ہے۔)" (ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزاد)

قرآن حکیم کی یہ آیت جس سیاق سباق میں آئی ہے اس کو سورۃ البقرہ کی آیت ۴۰ سے لیکر ۱۱۳ تک بنی اسرائیل اور یہود کا تذکرہ ہے۔ آیت نمبر ۱۰۵ میں واضح بتادیا گیا ہے کہ اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے وہ اور مشرک دونوں نہیں چاہتے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر خیر و برکت یعنی وحی الٰہی نازل ہو اس لیے وہ طرح طرح کے شک پیدا کر کے تمہیں سچائی کی راہ سے باز رکھنا چاہتے ہیں لیکن اللہ کا قانون اس بارے میں انسانی خواہشوں کا پابند نہیں ہو سکتا وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے چن لیتا ہے اور وہ بہت بڑا فضل رکھنے والا ہے۔ (ترجمان القرآن مولانا آزاد)

اسی آیت کے تسلسل میں ناسخ منسوخ آیت ۱۰۶ ہے۔ اب قرآن حکیم کی ان آیات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے اہل کتاب بالخصوص یہود قرآن حکیم اور رسالت محمدیہ ؐ پر مختلف اعتراضات کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں ان کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ جب اللہ نے انبیاء سابقین پر اپنے احکام نازل کر دیئے تھے اور وہ احکام توریت وغیرہ میں موجود ہیں تو پھر ان کی موجودگی میں اس نئے رسول اور نئے کتاب کی ضرورت کیا تھی؟ اس آیت ۱۰۶ میں اسی اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ انبیاء سابقہ کو جو احکامات دیے گئے وہ اپنے زمانے، موجود حالات اور زمینی حقیقتوں کے مطابق دیے گئے اور ان کا تعلق خاص اسی قوم سے ہوتا تھا جنہیں انہی حالات میں نافذ العمل ہونا تھا۔ بعد میں جب وہ قوم نہ رہتی یا زمانے کے تقاضوں سے وہ حالات بدل جاتے تو ایک اور رسول آجاتا اور وہ ان احکام کی جگہ دوسری احکام لے آتا۔ اس طرح یہ جدید وحی اس سابقہ وحی کی قائمقام (ناسخ) بن جاتی۔ یہ مسئلہ اہل کتاب جو دیکھ بھی چکے تھے

کہ خود تورات کے کتنے احکام ایسے تھے جنہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آکر بدل دیا تھا۔

انسانی تمدن اور فکر نے جیسے جیسے ارتقا کی اس کے مطابق انسان کو زندگی کی سلامتی اور آسانیوں کے لیے وحی کی تعلیمات اور احکامات دیے جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ چونکہ خاتم النبیین تھے اور ان کے بعد وحی کا سلسلہ ختم ہو جانا تھا اس لیے قرآن حکیم میں یہ احکامات اصول و مبادی کے طور ایسی جامع صورت میں ابدی طور پر انسانیت کو عطا کیے گئے کہ ان اصول و مبادی کی روشنی میں اس وقت کے موجود حالات اور آنے والے دور میں رہنما بن سکیں۔

شیخ محمد عبدہ نے سورۃ البقرہ کی اس آیت ۱۰۶ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہودی تو خود کو نبوت کا موروثی حقدار سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ نبوت تو صرف بنی اسرائیل کے حصہ کی چیز ہے۔ قرآن حکیم نے ان کی اس فاسد دعویٰ کہ: لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی ط (القصص:۴۸) کے الزامی رنگ میں یہ جواب مرحمت فرمایا کہ: موسیٰ کو جو آیات (براہین نبوت) ملی تھیں کیا انہوں نے اس سے انکار نہیں کیا؟ (یقیناً کیا تھا۔) اَوَلَمْ یَکْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ج ؟ (القصص:۴۸) یہاں یہودیوں کے اس قول میں آیات بمعنی دلائل و براہین نبوت استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح زیر بحث آیات میں مومنوں کی اس جماعت سے خطاب ہے جن کے قلوب و اذہان کو ریب و تشکیک کے اثرات سے یہودی متاثر کر رہے تھے۔ گویا اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرمانا چاہتے تھے کہ: جس طرح رب العزت کی قدرت کاملہ نہ تو محدود ہے اور نہ ہی کسی خاص دلیل کی پابند اور مخصوص براہین میں مقید ہے۔ اسی طرح اس کی حجت بالغہ بھی کسی سابقہ دور میں محصور ہو کر نہیں رہی تاکہ آگے بڑھ نہ سکے۔ اللہ تو اس پر قادر ہے کہ جو آیات (وبراہین) موسیٰ کو عطا ہوئی تھیں ان سے

بہتر اور افادی حیثیت سے مثبت دلائل آج بھی لا سکتا ہے یا ان جیسے ہی سہی اور ایسا کرنے میں اس کی قدرت کبھی عاجزی کا شکار نہیں ہوئی، نہ ہی اس کی حکمرانی سے کوئی نکل سکتا ہے۔ اور اس کی رحمت کسی ایک قوم کے حق میں خاص نہیں ہے کہ انبیاء و مرسلین اسی ہی گروہ سے ہوتے چلے آئیں۔ وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ ۔ اللہ کی رحمت نے کائنات کی ہر شے کو گھیر رکھا ہے۔ (خلاصہ از تفسیر "المنار" طبع اول مصر ج ۱ ص ۴۱۷)

لغات القرآن نے سورۃ البقرہ کی اس آیت نمبر ۱۰۶ کے متعلق اس طرح کی تشریح کی ہے: "نَسَخَ کے معنی کسی چیز کی جگہ دوسری چیز کو لے آنا ہے۔ آیت کے معنی صرف قرآن کریم کی آیات نہیں۔ قرآن کریم نے ہر رسول کی وحی کو آیاتُ اللہ کہا ہے۔ مثلاً اسی سورۃ بقرہ میں قصۂ آدم میں ہے کہ آدم سے کہا گیا: فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ (البقرہ: ۳۸) "جب بھی میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو کوئی اس ہدایت کی اتباع کریگا اسے کوئی خوف اور حزن نہیں ہوگا۔ اور اس سے آگے ہے۔ "وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ... (البقرہ: ۳۹) "ان کے برعکس، جو لوگ ہماری آیات کی تکذیب کرینگے اور ان سے انکار کریں گے..." یہاں سے ظاہر ہے کہ جہاں اور جب بھی خدا کی طرف سے ہدایت آئی ہے اُسے آیات اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لہٰذا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ میں آیات سے مراد قرآن کریم کی آیات نہیں بلکہ اس سے مراد ہے کسی سابق وحی کی آیات کی تبدیلی بعد کی وحی کی آیات سے۔ جیسا کہ سورۃ نحل میں کہا گیا ہے۔ وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ ۙ (النحل: ۱۰۱) "اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں۔"

اس کے بعد لفظ نُنْسِهَا ہے۔ یہ لفظ نَسِیَ سے ہے۔ نَسِیَ کے معنے کسی چیز کو ترک کر دینا، یا فراموش کر دینا، آتے ہیں۔ اس لفظ میں یہ ساری حقیقت آجاتی ہے کہ سابقہ

کتبِ آسمانی اپنی اصل حالت میں باقی نہیں رہتی تھیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ جو رسول بھی آیا اس کے ساتھ یہی ہوا کہ اس کی وحی میں سرکش اور مفسد لوگوں نے اپنی طرف سے کچھ ملا دیا۔ لیکن خدا کی طرف سے ایسا ہوتا رہا کہ ان کی اس آمیزش اور ملاوٹ کو الگ کر دیا جاتا اور اس طرح اللہ اپنی آیات کو از سرِ نو محکم کر دیتا۔

سورۃ الحج میں اس حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الحج:۵۲)

”اور (اے پیغمبر!) ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول اور جتنے نبی بھیجے سب کے ساتھ یہ معاملہ ضرور پیش آیا کہ جونہی انہوں نے اصلاح و سعادت کی آرزو کی، شیطان نے ان کی آرزو میں کوئی نہ کوئی فتنے کی بات ڈال دی۔ اور پھر اللہ نے (ایک اور رسول کے ذریعے) شیطانی آمیزش کو مٹا کر (منسوخ کر کے) اپنی آیات کو اور زیادہ مضبوط کر دیا، وہ سب کچھ جاننے والا اور اپنے سارے کاموں میں حکمت والا ہے۔“

مذکورہ آیت میں واضح طور پر ارشاد ہوا ہے کہ نسخ آیات کی ایک وجہ انبیاء کی طرف بھیجی گئی وحی میں شیطانی آمیزشوں کا ازالہ کرنا بھی تھا۔

یہ بھی ہوتا تھا کہ وہ اس وحی کے کچھ حصے کو ترک ہی کر دیتے تھے۔ اس حصہ کو خدا نئے رسول کی وحی میں پھر شامل کر دیتا۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ ایک آیت کی جگہ دوسری آیت (یا اس کی مثل اس جیسی آیت) سے مراد سابق وحی کی آیات ہیں نہ کہ قرآن کریم کی ایک آیت کی جگہ دوسری آیت۔

نَسِیَ کے معنی کسی چیز کو علیٰ حالہٖ چھوڑ دینے کے بھی ہیں۔ اس اعتبار سے آیت

نُنْسِهَا سے مفہوم یہ ہو گا کہ جن سابقہ احکام کے متعلق ہمارا فیصلہ یہ ہو گا کہ انہیں علیٰ حالہ رہنے دیا جائے، انہیں ہم نئے رسول کی وحی میں اسی طرح شامل کر دیتے۔ سابقہ رسولوں کے نام لیوا اس لیے رسول سے جھگڑتے اور کہتے کہ جو جزئی احکام تم پیش کرتے ہو وہ ہماری شریعت سے مختلف ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ تم اللہ کے رسول نہیں ہو۔ خود احکام وضع کرتے ہو اور انہیں اللہ کی طرف منسوب کر کے وحی الٰہی بتاتے ہو۔ ان کی اس الزام کی تردید بھی قرآن حکیم نے کی اور فرمایا کہ اگر کسی نئے رسول کی طرف سے ایسے احکامِ شریعت پیش ہوں جو سابقہ رسول کو عطا کردہ احکام سے مختلف ہوں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم حکمت کے بنا پر ہوتا ہے۔ یہ اختلاف دین کے طریقوں میں ہوتا ہے اصولوں میں نہیں۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ (الحج:٦٧)

"ہم نے ہر قوم کے لیے (ان کے حالات کے مطابق) دین کے مختلف طور طریقے دیے تھے۔ لیکن اصل دین (الامر) ہر جگہ ایک ہی رہا ہے۔"

ہمارے اکثر مفسرین نے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ سے اس آیت میں جو لفظ "آیۃ" ہے اس کو قرآن مجید کی آیتوں پر محمول کیا ہے اور سمجھا ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیت دوسری آیت سے منسوخ ہو جاتی ہے اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ننسھا کے لفظ سے یہ قرار دیا کہ پیغمبر خدا ﷺ بعض آیتوں کو بھول بھی گئے تھے اور ان دو لفظوں یعنی ننسخ اور ننسھا کی بناء پر جھوٹی اور مصنوعی روایتوں کے بیان کرنے سے اپنی تفسیروں کے ورق کے ورق سیاہ کر دیئے ہیں مگر ان میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ ہم مثال کے طور پر اس طرح کے تفسیر کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں جس میں امام ابن ابی حاتم (متوفی ۹۶۶ء) ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: آنحضرت ﷺ پر رات کو اگر

وحی نازل ہوتی تو دن ہوتے ہی آپ بھول جاتے تھے۔ اس پر اللہ سبحانہ نے حقیقت حال واضح کر دی کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ (البقرہ:۱۰۶) "اے محمد ﷺ! وحی الٰہی کے فراموش ہو جانے کے جس خدشہ سے آپ دو چار ہیں اس میں آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کہ ہم خود ہی نسخ اور نسیان کا رول ادا کر رہے ہیں۔" (ابن کثیر مع البغوی طبع "المنار" پریس قاہرہ ج ۱/ ۱۷۵/ ۱ تا ۴)

شوکانی، ابن حزم، بیضاوی اور امیر بادشاہ جیسے مفسرین نسخ کے حق میں عقل سوز روایتیں بیان کرتے ہیں ان کو پڑھ کر ایک اوسط درجے کے عالم کے سر پر ہاتھ تھم جاتے ہیں۔ ایسا ہی ایک اور نامور عالم دین ابن ھلل السعیدی کی اثبات نسخ پر فیصلہ کن دلیل ملاحظہ ہو جو اس ضمن میں غالباً آخری حیثیت رکھتی ہے۔ آپ اپنے مشہور رسالے "الایجاز فی معرفۃ مافی القرآن من ناسخ و منسوخ" میں رقمطراز ہیں کہ:

ولو راجع من انکر النسخ فی القرآن و رفع حکم بحکم (الی ان) لعلم ان القائل هذا القول غير مومن بل هو كافر۔ جاحد لما جاء به الرسول ﷺ يلزمه الرجوع عن المذهب او القتل نعوذ بالله من الضلالة بعد الهدى۔

"قرآن میں نسخ کا انکار کرنے والے اور ایک حکم کو دوسرے حکم کے ذریعہ منسوخ نہ ماننے والے اگر اپنے گمراہ کن عقیدے کا جائزہ لیتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ منکر نسخ نہ صرف جوہر ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ (غیر مؤمن) بلکہ خالص کافر بھی بن جاتا ہے (بل ہو کافر) یہ شخص چونکہ رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ دین کا صریح منکر ہے، لہٰذا اس کے لیے دو ہی راستے ہیں: انکار نسخ قرآنی سے توبہ کرے یا پھر فی الفور اسے قتل کر دیا جائے۔ اللہ ہدایت کے بعد گمراہ ہونے سے محفوظ رکھے"۔ ("الایجاز" قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ کیٹلاگ ۱۰۸۸ اور ۴۶ تا ۴۷)

علامہ فخر الدین رازی اس نسخ کے اثبات کو جہالت میں شمار کرتے ہوئے رقم طراز

ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ امر کی نوعیت دائمی نہیں رہے گی اس کے باوصف اس نے ایسے الفاظ میں اسے ذکر کیا جو دوام پر ہی دلالت کرتے ہوں تو یہ بھی نتیجہ کے لحاظ سے جہالت اور جہل آفرینی ہی کا ذریعہ کہلائے گا۔

كان ذالك تجهيلافثبت ان النسخ يقتضى اما الجهل اوالتجهيل وهما محالان على الله فكان النسخ منه سبحانه محالا۔ لہذا ثابت ہوا کہ نسخ جہل آفرینی اور جہالت دونوں کو متقاضی ہے اور ہر ذی شعورانسان ہر گز یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات سے ایسی قبیح صفتوں کا صادر ہونا ممکن بھی ہو سکتا ہے اور جب ایسا ممکن ہی نہیں ہے تو جان لینا چاہئے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے نسخ کا صدور محال ہے۔

(تفسیر کبیر طبع قدیم جلد ۲/ ۲ نیز ملاحظہ ہو منسوخ ص ۲ باب ۲)

❖❖